کائنات کی تخلیق، توسیع اور اس کی ممکن نہایت

قرآن اور سائنس کی روشنی میں

ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی ☆

کائنات کی اصل اور اسکی تخلیق و ہیئت کے مطالعے کو علم الاکوان یا علم الکونیات [Cosmology] کہتے ہیں۔ کائنات کی ابتدا سے متعلق سائنسدانوں کے متعدد نظریات ہیں، گزشتہ صدی کے دوسرے عشرے تک اس ضمن میں سب سے معروف نظریہ ''حالت ثابتہ'' [Steady-state theory] کا رہا ہے، اس کا مفاد یہ ہے کہ یہ کائنات ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اس نظریے کے اولین آثار یونانیوں کے نظریے قدمِ عالم یا قدم مادہ میں ملتے ہیں، بہت سے مسلم فلاسفہ بھی یہی نقطۂ نظر رکھتے تھے۔ دراصل معدوم محض کے موجود ہونے یا عدم محض سے کسی شئ کے وجود پزیر ہونے کا تصور عقل کے لئے اس قدر دشوار گزار رہا ہے کہ کسی نے اس کے حل کے لئے وحدت الوجود کا سہارا لیا تو کسی نے قدامت مادہ کا قول کیا۔

لیکن کائنات کے ازلی وابدی ہونے کا نظریہ اب قصۂ پارینہ بن چکا ہے، بیسویں صدی کے تیسرے عشرے میں Edwin Hubble کی تحقیقات وانکشافات نے پورا منظر نامہ بدل ڈالا ہے، جس نے اپنے انقلاب آفریں نظریات کے ذریعے جدید علم ہیئت [Modern Cosmology] کی بنیاد ڈالی۔ اسی کی تحقیقات نے 'بگ بینگ' [Big-Bang] کے نظریے کو پیدا کیا جسے علمی صورت میں Martin Ryle اور Allan R. Sandage نے پیش کیا اور آج یہی نظریہ سائنسدانوں، علمائے ہیئت اور ماہرین فلکی طبیعات کے نزدیک تخلیق کائنات کی مقبول ومعتبر توجیہ بن گیا ہے۔ اس کے مطابق کائنات کی ابتدا ایک شدید اور اچانک پیش آنے والے حادثے سے ہوئی ہے اور اسی کا نام 'بگ بینگ' ہے۔

۱۹۶۵ء میں دو امریکی ہیئت دانوں: Arno Penzias اور Robert Wilson نے Cosmic background radiation کا انکشاف کیا، اور ثابت کیا کہ یہ کائنات ایک وجودی وحدت [Single entity] سے شروع ہوئی ہے، اور اس وجودی وحدت کا نام انھوں نے 'منٹ کاسمک ایگ' [Minute cosmic egg] رکھا۔ ان دونوں ہیئت دانوں کو ۱۹۷۸ء کا نوبل انعام بھی ملا تھا۔ یہ کونی بیضہ یا 'کاسمک ایگ' جو اپنے اندر بے پناہ قوت وانرجی رکھتا تھا اچانک پھٹ پڑا، اور نتیجے کے طور پر مختلف کائناتی مظاہر وجود میں آئے،

☆ شعبۂ عربی مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد۔

کہکشائیں بنیں، اور وہ قوتیں پیدا ہوئیں جو تمام اجرام سماوی کو ان کے مخصوص وضع میں قائم رکھتی ہیں۔ یہ قوتیں ہیں: کشش [Gravity]، برقی مقناطیسیت [Electromagnetism]، قوی جوہری طاقت [Strong nuclear forces] اور ضعیف جوہری طاقت [Weak nuclear forces]۔

اس کائنات کا وجود کب ہوا؟ یا 'بگ بینگ' کا یہ وقوعہ کتنے عرصے قبل پیش آیا؟ اس نظریے کے وجود میں آنے کے بعد سے ہی اس موضوع پر تحقیق شروع ہوگئی، اور اب تک متعدد مفروضات سامنے آچکے ہیں، اور اس سلسلے کی آخری کڑی 'ہبل اسپیس ٹیلسکوپ' [H.S.T.] پر کام کرنے والی ہیئت دانوں کی ایک بین الاقوامی جماعت کی تحقیقات کا نتیجہ ہے، جس کے مطابق اس کائنات کی عمر بارہ سے ساڑھے تیرہ ارب سال ہے، اس آٹھ سالہ اور اجتماعی تحقیقات کے نتیجہ کا اعلان مئی ۱۹۹۹ء میں کیا گیا تھا۔

تخلیق کے فورا بعد یہ کائنات مختلف ذیلی جوہری ذرات [Sub Atomic Particle] کے مجموعے پر مشتمل تھی، جس میں اشعاعی فوٹونز [Photons] کے ساتھ ساتھ الیکٹرانس، پوزیٹران، نیوٹرینوز [Neutrinos] اور انٹی نیوٹرینوز وغیرہ شامل تھے۔ پھر رفتہ رفتہ انھیں ذیلی جوہری ذرات سے یہ کائنات متشکل ہوئی؛ جو اربوں کہکشانوں، کھربوں نظامہائے شمسی، بے شمار سیاروں، سیارچوں، چاندوں اور شہب ثاقبہ وغیرہ کا مجموعہ ہے۔ ان اجرام سماویہ کی تفصیلات کو نظر انداز کرتے ہوئے قرآن پاک کی اس آیت کریمہ کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں۔

فتبارك الله أحسن الخالقين۔

مراحل تخلیق کی جزئیات میں ہیئت دانوں اور علمائے علم اکوان و کونی طبیعات میں خاصہ اختلاف ہے، اور اس اختلاف کے نتیجے میں تخلیق کائنات کے متعدد نمونے [Models] ہمارے سامنے آچکے ہیں، جن میں Friedmann Model, Edwin Hubble's Model, Penzias and Wilson's Model, New Inflationary Model, Chaotic Inflationary Model, Singularity theorem Model مشہور ہیں، اور تمام نمونوں اور ماڈلس کا لب لباب یہ ہے کہ یہ کائنات ایک لاحجمی وحدت [Zero Volume Singularity] سے شروع ہوئی ہے۔ اور بگ بینگ تھیوری اسی لاحجمی وحدت سے کائنات کے وجود پانے کی ایک توجیہ ہے، جو انسائیکلوپیڈیا انکارٹا کے مطابق ۱۹۸۰ء کے آتے آتے دنیا کے تقریبا تمام سائنسدانوں کا متفق علیہ نظریہ بن گیا ہے۔

تخلیق کائنات سے متعلق سائنسی نقطۂ نظر کے اس مختصر بیان کے بعد آیئے تخلیق کائنات کے قرآنی موقف کی طرف، خالق ارض وسماء فرماتا ہے: "أَ وَ لم یر الذین کفروا أن السماوات و الأرض کانتا رتقا ففتقناهما" (الانبیاء: ۳۰) یعنی: کیا کفر کرنے والوں نے غور نہیں کیا کہ تمام آسمان اور زمین باہم پیوست تھے تو ہم نے انھیں پھاڑ کر علاحدہ کردیا۔

آیت کریمہ میں وارد الفاظ 'رتق' اور 'فتق' قابل غور ہیں، لفظ رتق کے معنی ہیں: بند ہونا، بندھا ہوا ہونا، اور باہم پیوست ہونا۔ جبکہ فتق کا معنی ہے شق کرنا، پھاڑنا، اور علاحدہ کرنا۔ رتق کی انتہا زیرو ویلوم سنگلریٹی ہے جو بگ بینگ تھیوری کی بنیاد ہے۔

البتہ یہ لاحجمی وحدت یا زیرو ویلوم سنگلریٹی کب کیسے اور کہاں سے وجود میں آئی؟ سائنس اس موضوع پر بالکل خاموش ہے اور شاید ہمیشہ خاموش رہے، کیونکہ وہ عالم خلق کی تشریح وبیان کا کام تو کرسکتی ہے لیکن عالم امر اس کے وسعت وامکان سے باہر ہے اور ہمیشہ رہیگا۔ عالم

خلق عالم اسباب وعلل ہے اور عالم امر اسباب وعلل سے ماوراء ہے۔اس لاجمی وحدت (حالت رتق) کا تعلق عالم امر سے ہے، اور بگ بینگ (حالت فتق) کا تعلق عالم خلق سے ہے جو اسباب علل کے تابع ہے۔اس لاجمی وحدت کے وجود کے مسئلے کا حل پیش کرتے ہوئے قرآن فرماتا ہے کہ: " إذا قضى أمرا فإنما يقول له كن فيكون "(مریم:۳۵) جب وہ کسی چیز کا فیصلہ کرتا ہے تو فرماتا ہے ہوجا تو وہ ہوجاتی ہے۔

تخلیق کائنات کی مزید توضیح سورۂ فلق کی ابتدائی دو آیتوں سے بھی ہوتی ہے، ارشادِ ربانی ہے:" قل أعوذ برب الفلق ، من شر ما خلق " کہو کہ میں پناہ لیتا ہوں رب فلق کی، اس کے تمام مخلوق کی شر سے۔دوسری آیت میں تخلیق کائنات کے عمل کی طرف اشارہ ہے، اور فلق کا خلق سے بڑا گہرا تعلق ہے اس لئے کہ فلق ہی تخلیق کائنات کا نقطۂ آغاز ہے۔لفظ 'فلق' کے متعدد معنی ہیں جیسے: اچانک پھٹ پڑنا، تیز دھماکہ ہونا، سرعت کے ساتھ ظاہر ہونا اور بیج کا پھٹ کر اس سے پودے کا نکلنا، عام طور پر اس لفظ کا استعمال رات کی سیاہی کو شق کر کے صبح کے طلوع ہونے کے لئے ہوتا ہے۔قرآن میں اللہ تعالی کی ایک صفت " فالق الحب " بھی آئی ہے یعنی وہ بیج کو پھاڑ کر اس سے عظیم الشان درخت کو پیدا کرنے والا ہے۔

مفسرین نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق ان معنوں کا استعمال کیا ہے۔چونکہ لفظ میں کسی چیز کا دھماکے کے ساتھ پھٹنے کا مفہوم بھی شامل ہے اس لئے بعض مفسرین نے فلق سے مراد جہنم کا وہ طبقہ لیا ہے جہاں زبردست دھماکے ہوتے رہتے ہیں، امام طبری نے اس ضمن میں کئی روایتیں پیش کی ہیں۔

لفظ فلق کے ان معانی، اور فوراً بعد" ما خلق " کے ذکر اور فلق وخلق کے باہمی ارتباط نیز جدید سائنسی انکشافات اور تحقیقات کے پیش نظر ڈاکٹر نور باقی وغیرہ کا خیال ہے کہ آیت کریمہ میں فلق سے مراد ایک اچانک اور زبردست دھماکے کے ذریعے موجودات کو نیہ کا ظاہر ہونا ہے جسے سائنس کی اصطلاح میں بگ بینگ کہتے ہیں۔ والله أعلم۔

جدید علمائے ہیئت کے مطابق لاجمی وحدت سے تخلیق کائنات کا مرحلہ یعنی بگ بینگ کا وقوعہ ایک ثانیہ [Second] کے ایک مختصر سے حصے میں پیش آیا۔قرآن کریم نے اس حقیقت کو ان لفظوں میں پیش کیا ہے: " إنا كل شيئ خلقناه بقدر ، وما أمرنا إلا واحدة كلمح البصر " (القمر:۴۹، ۵۰) ہم نے ہر شئے ایک اندازے سے پیدا کی ہے اور ہمارا کام پلک جھپکنے کی بات ہے۔بگ بینگ کے فوراً بعد اجرام فلکی گیس کی حالت [Gaseous State] میں تھے، " ثم استوى إلى السماء و هي دخان " (حم السجدہ:۱۱) پھر اس نے آسمان کی طرف قصد کیا اور وہ دھواں تھا۔یہاں واضح رہے کہ عربی زبان میں گیس کے لئے کوئی مستقل لفظ نہیں ہے۔اب جدید عربی میں اسی لفظ کا معرب 'غاز' استعمال ہوتا ہے جیسے" غاز الطبخ "[Cooking gas] یا" غاز مسیل للدموع "[Tear gas] وغیرہ۔

یہ تمام اجرام فلکی وجود میں آنے کے بعد قوت کشش [Gravitational Force] کے سبب گردش کرنے لگے۔اور آج یہ حقیقت قطعی ثابت اور تسلیم شدہ ہے کہ قدیم تصورات کے برخلاف کائنات کا ہر وجود گردش میں ہے۔ایک محوری گردش ہے اور ایک مداری گردش ہے۔قرآن فرماتا ہے:" لا الشمس ينبغي لها أن تدرك القمر و لا الليل سابق النهار ، و كل في فلك يسبحون " (یسین:۴۰) نہ سورج چاند کو پکڑ سکتا ہے اور رات دن پر سبقت لے جاسکتی ہے اور سبھی اپنے مدار [Orbit] میں تیر رہے ہیں۔لفظ کل کو نکرہ ذکر کرنے میں جو

تعمیم اور جرنلائیزیشن ہے وہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔اور ظاہر ہے کہ شب وروز کی یہ گردش زمین کی گردش کے سبب ہے، یہ بھی ایک مستقل علمی اشارہ ہے۔

یہاں دلچسپ بات یہ ہے کہ شب وروز کی اس گردش کی تصویر کشی کرتے ہوئے قرآن نے "یطلبه حثیثا" (الاعراف:۵۴)فرمایا ہے یعنی تیزی کے ساتھ ایک دوسرے کا تعاقب کررہا ہے۔لفظ 'حثیث' کا انگریزی میں لفظی معنی 'Rapid' ہے لہذا 'حثیثا' کا معنی ہوا 'Rapidly' اور خلا میں جانے والے پہلے خلا باز سابق سوویت یونین (روس) کے یوری گگارن نے اس کیفیت (شب وروز کی گردش) کی تعبیر Rapidly Succession یعنی تیز تعاقب سے کیا ہے۔اگر ہم اس کی تعبیر کو عربی زبان میں ادا کریں تو وہ "یعقبه حثیثا" ہوگی۔اور" یطلبه حثیثا "اور" یعقبه حثیثا" میں کوئی معنوی فرق نہیں ہے سوائے اس کے کہ قرآنی تعبیر زیادہ بلیغ ہے۔

"کل في فلك" میں مداری گردش کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے کہ ان تینوں الفاظ کو خواہ داہنی طرف سے پڑھیں خواہ بائیں طرف سے کل في فلک ہی رہے گا۔

کائنات کی تخلیق کا عمل بگ بینگ کے ساتھ ختم نہیں ہوا بلکہ جاری وساری ہے، اور آج بھی عدم یا لاشیٔ سے نئے نئے عناصر اس کائنات میں ظہور پزیر ہورہے ہیں۔اس نظریہ کو ابتدائی طور پر ۱۹۴۸ء میں ڈچ سائنٹسٹ Hendrich Casimir اور امریکن ماہر طبعیات Willis Lamb نے پیش کیا تھا۔اور آج یہ نظریہ فلکی طبعیات کا معروف اور عام طور پر مقبول نظریہ ہے۔حال ہی میں مشہور ماہر طبیعیات اور سائنٹسٹ پروفیسر پال ڈیویس [Paul Davies] نے کائنات کے اس مظہر کو اللہ تعالی کی قدرت کا ثبوت قرار دیا ہے۔ان کے اپنے الفاظ میں: "The emergence of new matter from nothingness in this way is a proof of the omnipotence of God" (عدم سے اس طرح نئے نئے عناصر کا ظہور اللہ تعالی کی قدرت کا ثبوت ہے۔) یعنی تخلیق کا عمل مسلسل جاری ہے، بقول اقبال:

یہ کائنات ابھی نا تمام ہے ساقی
کہ آرہی ہے دمادم صدائے کن فیکون

اس تخلیقی تسلسل کی طرف قرآن میں واضح اشارہ موجود ہے۔سورۂ فاطر کی ابتدایوں ہوتی ہے: "الحمد لله فاطر السماوات و الأرض"، تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جو زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔آگے کہا جارہا ہے: "یزید في الخلق ما یشاء"، خلقت میں جو چاہتا ہے اضافہ کرتا رہتا ہے۔ایک اور مقام پر قرآن فرماتا ہے: "و یخلق ما لا تعلمون" (النحل:۸) اور وہ پیدا کرتا جو تم نہیں جانتے ہو۔اور فرماتا ہے: "و السماء بنیناها بأیدو إنا لموسعون" (الذاریات:۴۷) اجرام سماویہ کو ہم نے اپنی قدرت سے بنایا ہے اور ہم اسے وسیع کرنے والے ہیں۔

مذکورہ آیات اگر ایک طرف تخلیقی تسلسل کی طرف اشارہ کرتی ہیں تو دوسری طرف یہ توسیع پزیر کائنات Expanding Univers]] کا بھی اشارہ یہ ہیں۔کائنات کے مسلسل وسیع ہونے کا عمل جس کی مؤخر الذکر آیت میں صراحت موجود ہے آج سائنسدانوں کا

مسلم نظریہ ہے۔

تمام قدیم ہیئت دانوں کے نزدیک کائنات من حیث المجموع ساکن اور غیر متغیر [Static] تھی حتی کہ ۱۶۸۷ء میں جب جدید سائنس کے بانی نیوٹن نے کونی کشش[Universal Gravitation] کا نظریہ پیش کیا تو اس میں بھی کائنات کو ساکن اور غیر متغیر قرار دیا گیا تھا۔

قدیم مفسرین کرام نے، کائنات کی توسیع پزیری سے ناواقف ہونے کے سبب، "إنا لموسعون" کی تفسیر: ہم وسعت دینے والے ہیں کے بجائے، قدرت رکھنے والے ہیں، کے ذریعے کیا ہے اور اس کے لئے مختلف توجیہات بیان کی ہیں۔

امام رازی فرماتے ہیں:"أی لقادرون و منه قوله تعالى: لا يكلف الله نفسا إلا وسعها (البقرة:۲۸۶)أی قدرتها "یعنی ہم قدرت رکھنے والے ہیں اور اسی طرح اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے کہ: اللہ کسی نفس کو اس کی وسعت یعنی قدرت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا ہے۔(التفسیر الکبیر، الطبعۃ الأولی؛ بیروت دار احیاء التراث العربی، ۱۹۹۷ء، ۲۸:۱۸۰)

قرطبی لکھتے ہیں کہ:"أی لقادرون ، و قيل : أی و إنا لذو سعة ، و بخلقها و خلق غيرها لا يضيق شيئ نريده ، و قيل : أی إنا لموسعون الرزق على خلقنا ......"یعنی ہم قدرت رکھنے والے ہیں، اور کہا گیا ہے کہ: ہم وسعت والے ہیں، اس کائنات اور اس کے ماسوا جس کی تخلیق کا ہم ارادہ کرتے ہیں تو اس میں کوئی چیز حارج نہیں ہوسکتی ہے، اور کہا گیا ہے کہ: (اس کا معنی ہے کہ) ہم اپنی مخلوق پر رزق کو کشادہ کرنے والے ہیں۔(تفسیر قرطبی، تحقیق: عبد الرزاق المہدی، الطبعۃ الثالثۃ؛ بیروت: دار الکتاب العربی، ۲۰۰۰ء، ۱۷:۴۶)

زمخشری اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:" أی لقادرون من الوسع و هو الطاقة ، و الموسع: القوي على الإنفاق ، و عن الحسن : لموسعون الرزق بالمطر"(الکشاف، الطبعۃ الأولی؛ بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۹۷ء، ۴:۴۰۷)

تفسیر جلالین میں ہے:"و السماء بنيناها بأيد" بقوة " و إنا لموسعون" قادرون يقال آد الرجل يئيد قوى ، و أوسع الرجل صار ذا سعة وقوة۔

توسیع کائنات کے نظریے کی بنیاد ۱۹۱۲ء میں لاویل[Lowell] آبزرویٹری اریزونا [Arizona] میں کام کرنے والے امریکی ہیئت داں سلیفر [Vesto M. Slipher] کے اس انکشاف پر پڑی کہ تمام کہکشانوں میں خطوط طیفیۃ[Spectral Lines] سرخ طیفی منطقہ[Red Spectral Reagion] کی طرف منتقل ہو رہی ہیں، جسے "ریڈ شفٹ"[Red Shift] کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اسی بنیاد پر ۱۹۲۹ء میں ایڈون ہبل[Edwin Hubble] نے اپنا نظریہ توسیع کائنات پیش کیا اور سلیفر کے انکشاف کو اس بات کے ثبوت کے طور پر پیش کیا کہ ساری کہکشاں حرکت میں ہیں اور ایک دوسرے سے دور ہو رہی ہیں، لہذا یہ کائنات برابر پھیل رہی ہے۔

یہ نظریہ علمی طور پر اس قدر مقبول ہوا کہ البرٹ آئنسٹن کو اسے پیش نہ کر سکنے کا ہمیشہ افسوس رہا، جبکہ ۱۹۱۷ء میں اس کے پیش کردہ نظریۂ اضافت عامہ میں واضح طور پر یہ اشارہ ملتا ہے کہ یہ کائنات ساکن یا جامد نہیں ہے، لیکن وہ صراحت کے ساتھ اس کا قول نہیں کر سکا۔ اور آئنسٹن اپنی اس چوک کو زندگی کی سب سے بڑی غلطی مانتا تھا۔ خود اس کے اپنے الفاظ میں:[Biggest mistake of my life] "یہ

میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی ہے''۔

جدید ہیئت یا علم اکوان کی یہ تحقیقات نہ صرف قرآن کریم کے فرمان " إنا لموسعون " اور" نزيد في الخلق ما نشاء " کے مفہوم کو متعین کرنے میں مددگار و معاون ہیں بلکہ اس بات کی بھی شاہد عدل ہیں کہ قرآن کریم اس کائنات کے پیدا کرنے والے اور اسے وسعت دینے والے کی کتاب ہے۔

کائنات کی وسعت پزیری پر مبنی نظریے کی رو سے اس کائنات کا مستقبل دو امکان رکھتا ہے، انسائیکلو پیڈیا انکارٹا نے جدید ہیئت کے حوالے سے ان دونوں امکان کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔

ایک امکان یہ ہے کہ یہ توسیع متناہی یا محدود ہوگی بایں طور کہ یہ کائنات پھیلتے پھیلتے ایک ایسے مرحلے سے دوچار ہوگی کہ اس سے زیادہ پھیلنا اس کے لئے ممکن نہ ہوگا مثلا اس مرحلے میں پہنچ کر قوت کشش کا خاتمہ ہو جائے یا ان قوتوں کا نظام درہم برہم ہو جائے جو اس کائنات کے مظاہر کو آپس میں مربوط رکھے ہوئے ہیں یا اس سے زیادہ وسیع کائنات کو سنبھالنا ان کے بس کے باہر ہو جائے۔ اس صورت میں یہ تمام مظاہر کونی (کہکشاں، نظام شمسی وغیرہ) باہم متصادم ہو کر ختم ہو جائیں گے۔ یہاں تقریب فہم کے لئے غبارے کی مثال دی جاسکتی ہے جو ایک متناہی توسیعی امکان رکھتا ہے۔

دوسرا امکان یہ ہے کہ کائنات کی یہ توسیع لامتناہی اور غیر محدود ہوگی اور اس صورت میں یہ کائنات ہمیشہ ہمیشہ پھیلتی رہے گی۔ پہلی صورت محدود کائنات یا Closed Universe کی ہے، اور دوسری صورت کا نام ہیئت دانوں نے Open Universe یعنی لامحدود کائنات رکھا ہے۔ کلوز ڈ یونیورس کی ابتداء جس طرح ایک بڑے انفجار یعنی بگ بینگ سے ہوئی تھی، اس کی نہایت کو جدید کاسمولوجی میں '' بگ کرنچ'' [Big Crunch] کا نام دیا گیا ہے، یہ بھی ایک زبردست دھماکہ ہوگا۔ لفظ 'کرنچ' کا لغوی معنی کسی چیز کا آواز کے ساتھ پسنا یا اسے باریک کیا جانا ہے۔ اس تسمیہ کے ذریعے اس کیفیت کی طرف اشارہ مقصود ہے جو اربوں ارب ستاروں اور سیاروں کے آپس میں متصادم ہونے کے سبب پیدا ہوگی۔

بگ کرنچ کے بعد کیا ہوگا اس کا تصور کاسمولوجسٹ کے لئے دشوار ہے، بعض کے نزدیک ایک امکان یہ ہے کہ ایک نئی کائنات وجود میں آئے۔ اور یہ سلسلہ دوران کے طور پر ہمیشہ چلتا رہے۔ اس مفروضے کو دوری نظریہ [Cyclic theory] کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس کے مطابق یکے بعد دیگرے کائناتیں وجود میں آتی رہیں گی اور ان میں انفجار، اتساع اور انقباض [Explosion, Expansion, and Contraction] کا عمل جاری رہے گا۔ اس متناوب (ایک کے بعد ایک آنے والی) کائنات کو جدید ہیئت میں Oscillating Universe کہا جاتا ہے۔ یہاں وہ حضرات خاص کیفیت محسوس کریں گے جنھوں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی وہ مشہور روایت پڑھی ہے جو اثر ابن عباس کے نام سے جانی جاتی ہے، جس میں متعدد کائنات ہونے کا ذکر ہے۔

یہ تو تھی متناہی توسیع [Finite Expansion] کے امکان کی صورت ۔ اور دوسرا امکان جیسا کہ عرض کیا گیا لامتناہی توسیع [Infinite Expansion] کا ہے۔ انسائیکلو پیڈیا انکارٹا میں مذکور علماء ہیئت کے اقوال کی روشنی میں: ''اس صورت میں توسیع لامتناہی

ہوگی اور کائنات ابدالآباد تک پھیلتی رہے گی‘‘ [Expansion might be unlimited in which case the univers will continue expanding for ever]

اب اگر آپ ان دونوں امکان کو جمع کر دیں تو ایک تیسرا امکان خود بخود پیدا ہو جاتا ہے کہ کائنات یا عالم صرف دو ہوں پہلا عالم متناہی توسیع والا یعنی ’کلوزڈ یونیورس‘ ہو جو بگ بینگ سے شروع ہوکر بگ کرنچ پر یا فتق سے شروع ہوکر نفخ یا قیامت پر ختم ہو جائے۔ اور دوسرا عالم لا متناہی توسیع والا یعنی ’اوپن یونیورس‘ ہو جسے خلود و دوام ہو اور جس کے بعد کسی تیسرے عالم کا امکان ہی نہ رہے۔ اور اس طرح ہم دیکھ سکتے ہیں کہ آج سائنس کائنات کے بارے میں اپنے تازہ ترین انکشافات کے ساتھ اس اسلامی تصور کے بے حد قریب آ چکی ہے کہ عالم دو ہیں: ایک فانی اور دوسرا باقی۔

قرآن میں بگ بینگ کی طرف تو ہلکے پھلکے اشارے ہیں لیکن بگ کرنچ یا یوم نفخ و ساعت کا تذکرہ سیکڑوں آیتوں میں ہوا ہے۔ اور اس کے کثرتِ ذکر کا قرآن کی مقصدیت سے گہرا تعلق بھی ہے۔ قرآن کریم نے اپنی آیتوں میں قیامت کے جو مناظر و مشاہد پیش کئے ہیں، انھیں آج بگ کرنچ کے نظریے کی روشنی میں آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ عظیم الشان کائنات، جس کی عظمت و وسعت ہمارے فہم و ادراک سے ماوراء ہے، جب آپس میں متصادم ہوگی تو وہ سب عین ممکن ہوگا جن کا ذکر پورے قرآن میں عموماً اور سورۂ ہود، و قیامہ، و نبأ، و تکویر، و انشقاق، و غاشیہ، و زلزلہ، و قارعہ وغیرہ میں خصوصاً ہوا ہے۔ حتیٰ کہ پہاڑوں کے دُھنے ہوئے اون یا روئی کی طرح اڑنے یعنی ” و یکون الجبال کالعهن المنفوش “ کا تصور بھی اس کے حقیقی معنوں میں ممکن ہوگا۔

ربنا ما خلقت هذا باطلا سبحانك فقنا عذاب النار